۱۷

احراریوں کی مسلمانوں کو تباہ کرنے والی حرکات

(فرمودہ ۲۶؍ اپریل ۱۹۳۵ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

جب کسی قوم کے بُرے دن آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑے لوگوں کی سمجھ مار دیتا ہے اور وہ ایسی حرکات کرنے لگ جاتے ہیں جو خود ان کی تباہی کا موجب ہو جاتیں اور ان کی قوم کے لئے مہلک ثابت ہوتی ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ پچھلے ایام سے مسلمانوں میں سے ایک حصہ کے سرداروں کی یہی حالت ہو رہی ہے میں یہ جانتا ہوں کہ وہ سب مسلمانوں کے سردار نہیں اور نہ سارے ہندوستان کے مسلمانوں سے تعلق رکھتے ہیں ان کا زیادہ زور پنجاب میں ہے یا پنجاب کے قریب کے علاقوں میں باقی سارا ہندوستان ان کے زہریلے اثرات سے پاک اور بہت حد تک بچا ہوا ہے پھر پنجاب اور اس کے گرد و نواح کے سب مسلمان ان سے متأثر نہیں بلکہ زیادہ تر شہری حصہ متأثر ہے اور شہروں میں سے بھی لاہور اور امرتسر کا وہ حصہ متأثر ہے جو متواتر لڑائیوں اور جھگڑوں کی وجہ سے فتنہ وفساد کا عادی ہو چکا ہے۔ انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ جو کام وہ ایک دو دفعہ کرے اس کی توجہ بار بار اسی کی طرف لوٹتی ہے اس وجہ سے وہ لوگ جو لڑائی جھگڑے کی عادت ڈال لیں جلدی غصہ میں آ جاتے اور فتنہ وفساد کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ چونکہ پچھلے ایام میں سیاسی اختلاف کی وجہ سے چند شہروں کے لوگوں میں بے چینی پیدا ہو گئی تھی اور ان کے قلوب کا اطمینان جاتا رہا تھا اس لئے ان شہروں کے باشندوں کا ایک حصہ خواہ وہ مسلمانوں پر مشتمل ہو یا ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں پر، اپنا

دماغی توازن کھو چکا ہے اور وہ ذرا ذرا سی بات پر جوش میں آ جاتا ہے اور ایسے کاموں کا اقدام کر لیتا ہے جو خود ان کے لئے بھی مضر ہوتے ہیں۔ چونکہ شہر عام طور پر دوسروں کے لئے نمونہ سمجھے جاتے ہیں اس لئے ان کا اثر بطور صدائے بازگشت چھوٹے شہروں اور قصبات پر بھی پڑتا ہے مگر اس کی حدّت اور تیزی چند شہروں میں ہی پائی جاتی ہے جیسا کہ لاہور ہے، امرتسر ہے، سیالکوٹ ہے، گوجرانوالہ ہے، لدھیانہ ہے، بٹالہ ہے بقیہ شہروں میں اس وقت وہ بات نظر نہیں آتی جو ان میں پائی جاتی ہے۔ سیالکوٹ کی حالت بھی اب پہلی سی نہیں رہی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کا وہ طبقہ جو جلدی پریشان ہو جاتا یا دوسروں کو پریشان کر دینے کا عادی ہے یا تو اپنی غلطی کو سمجھ گیا ہے یا تھک کر آرام کر رہا ہے جس گروہ کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے، ان سے احرار کا گروہ مراد ہے اور موجودہ فتنہ سے مراد ان کی وہ تحریکات ہیں جو جماعت احمدیہ کے متعلق وہ کچھ عرصہ سے کر رہے ہیں وہ تحریکات مسلمانوں کے لحاظ سے اتنی خطرناک اور نقصان دہ ہیں کہ بعض دفعہ یقین ہی نہیں آتا کہ وہ خود اس کے بانی ہوں بعض دفعہ خیال آتا ہے کہ ممکن ہے کہ ان کے پیچھے کوئی اور محرک ہو شاید بعض ایسی جماعتیں اس تحریک کی محرک ہوں جو جماعت احمدیہ کو اپنے رستہ میں حائل سمجھتی ہیں اور خیال کرتی ہیں کہ اس جماعت کی وجہ سے ان کا مسلمانوں پر حملہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ پس بعض دفعہ خیال آتا ہے کہ ممکن ہے کہ ایسی جماعتوں نے ان کو اپنا آلہ کار بنا لیا ہو مگر چونکہ اس کا کوئی بدیہی ثبوت نہیں ملتا اس لئے عقل چکر کھا کر اس بات کی طرف آ جاتی ہے کہ ان کی عقلیں ہی ماری گئی ہیں اور وہ مسلمانوں کے فوائد کو نہیں سمجھتے۔

پچھلے دنوں سے متواتر یہ تحریک کی جا رہی ہے اور یہاں جو احرار کانفرنس ہوئی تھی اس میں بھی کہا گیا تھا کہ احمدیوں کو مسلمانوں میں شمار نہ کیا جائے بلکہ انہیں مسلمانوں میں سے نکال دیا جائے اور غیر مسلم تصور کیا جائے۔ یہ سوال موجودہ زمانہ میں جبکہ مسلمان پہلے ہی ہندوستان میں اقلیت ہیں اور جبکہ ان کی حالت خطرناک ہو رہی ہے، کسی عقلمندی اور دانش کا نتیجہ نہیں کہلا سکتا چند سال ہوئے ایک دفعہ پٹنہ میں مسلمانوں کی میٹنگ ہوئی اور اس میں اسی موضوع پر گفتگو شروع ہو گئی مولانا محمد علی صاحب جو علی برادرز میں سے تھے اور اب فوت ہو چکے ہیں اس جلسہ کے صدر تھے بہار کے ایک مولوی صاحب نے اس ذکر کے دوران میں کہ ہندوؤں کو سکھوں سے زیادہ طاقت مل رہی ہے کیونکہ وہ اقلیت میں ہو کر حکومت سے زیادہ حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں تمسخر کے طور پر کہہ دیا کہ اس کا علاج

آسان ہے ہم بھی احمدیوں کو عام مسلمانوں سے الگ کر دیں اور انہیں کہیں کہ وہ حکومت سے زیادہ حقوق کا مطالبہ کریں اس پر مولانا محمد علی صاحب نے جو اس جلسہ کے صدر تھے بڑی سختی سے ان مولوی صاحب کو ڈانٹا اور کہا کہ کیا تم اسلام کے دوست ہو یا دشمن؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مسلمانوں میں پہلے ہی کافی تفرقہ ہے تم چاہتے ہو کہ ان میں اور زیادہ تفرقہ پیدا کر دو مگر وہاں صدر مولانا محمد علی صاحب تھے اور صوبہ بہار تھا اور اب جو سوال پیش ہو رہا ہے وہ پنجاب میں پیش ہے اور سوال اٹھانے والے مولوی ظفر علی صاحب، چوہدری افضل حق صاحب، مولوی حبیب الرحمٰن صاحب اور سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری جیسے انسان ہیں۔ یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ اس طرح ہمیں نقصان پہنچا رہے ہیں حالانکہ ہمیں نقصان کس طرح پہنچ سکتا ہے؟ کہا جاتا ہے ہم چھپّن ہزار ہیں اور اگرچہ ہم اُس وقت بھی چھپّن ہزار نہیں تھے جبکہ مردم شماری ہوئی اور اب تو مردم شماری پر بھی تقریباً پانچ سال گزر چکے ہیں اگر اس وقت ہماری تعداد ایک لاکھ بھی سمجھ لی جائے تب بھی حکومت کو ایک نمائندہ ہمارا ضرور لینا پڑے گا کیونکہ اقلیتوں کو ان کی نسبت سے زیادہ حقوق دیئے جاتے ہیں پس اگر ہماری جماعت کو ایک نمائندگی مل جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس لحاظ سے مسلمانوں کی ایک ممبری کم ہو جائے گی اگر مسلمانوں کی ایک ممبری اس طرح عام کانسٹی چیوانسی (CONSTITUENCY) سے کم کر دی جائے تو امکان ہے کہ خاص حالات کے پیدا ہونے پر جیسے نامزدگیاں وغیرہ ہوتی ہیں، ایک اور احمدی بھی ممبر بن جائے مسلمانوں کی کل ممبریاں اسمبلی میں ۸۹ سمجھی جاتی ہیں اگر ۸۹ میں سے دو نکال دی جائیں تو مسلمانوں کی ممبریاں ۸۷ رہ جاتی ہیں چونکہ کُل ۱۷۵ ممبریاں ہوں گی اس لئے ۸۸ کے مقابلہ میں ۸۷ مسلمانوں کی ممبریاں رہ جائیں گی جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہمیں اپنے میں سے نکال کر اپنے آپ کو اقلیت بناتے اور اپنے قومی فوائد کو خطرناک نقصان پہنچاتے ہیں۔ لیکن کسی نے کہا ہے

ایاز قدرِ خود را بشناس

یہ مسلمانوں کے نمائندے ہی کب بنے ہیں اور کب انہیں کسی نے اختیار دیا ہے کہ جن کے متعلق ان کا جی چاہے انہیں مسلمانوں میں سے خارج قرار دے دیں پنجاب میں سے مسلمانوں کا بیشتر حصہ ایسا ہے جو ان لوگوں کی رائے کو اتنی وقعت دینے کے لئے بھی تیار نہیں جتنی وقعت ایک معمولی عقل و سمجھ رکھنے والے انسان کی بات کو دی جاتی ہے۔ منہ سے یہ کہہ دینا کہ ہم آٹھ کروڑ مسلمانانِ ہند کے

نمائندے ہیں بالکل آسان ہے مگر یہ تو بتائیں کہ ان میں سے کتنے آدمیوں نے اس اعلان کے خلاف آواز اٹھائی ہے جو حال ہی میں احمدیوں اور احراریوں کے متعلق بعض معززین کی طرف سے شائع ہؤا ہے۔ اسمبلی کے نو دس نمائندوں نے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایک تہائی حصہ نے اس اعلان میں حصہ لیا ہے ممکن ہے اگر مزید موقع ملتا تو اور ممبر بھی اس اعلان میں شامل ہو جاتے، کونسل آف سٹیٹ کے ممبر بھی شریک ہیں، اسمبلی کے قریباً تمام سندھی نمائندوں نے اس اعلان پر دستخط کئے ہیں اور اس طرح سندھ کا سارا صوبہ نکل جاتا ہے، پھر بہار کے اکثر نمائندوں نے اس پر دستخط کئے ہیں پس صوبہ بہار بھی نکل گیا، اسی طرح بنگال کے بھی اکثر نمائندوں نے اس پر دستخط کئے ہیں پس صوبہ بنگال بھی آٹھ کروڑ مسلمانوں میں سے نکل گیا۔ پنجاب کے ممبران کی بھی ایک معقول تعداد نے اس پر دستخط کئے ہیں پس وہ تعداد بھی ان مسلمانانِ ہند میں سے نکل گئی جن کی نمائندگی کا احرار کو دعویٰ ہے۔ بنگال میں مسلمان تین کروڑ کے قریب ہیں، بہار میں شاید تیس لاکھ کے قریب ہیں، پنجاب کا تہائی حصہ لے لیا جائے تو چالیس لاکھ بن جاتا ہے پھر سندھ کے تیس لاکھ مسلمان لے لئے جائیں تو نصف کے قریب مسلمانوں کی تعداد ایسی نکل جاتی ہے جو احرار کی ہمنوا نہیں بلکہ ان کے خلاف ہے۔ پس تین چار کروڑ مسلمانانِ ہند کے نمائندے جب اپنے دستخطوں سے ان میں سے نکل گئے تو پھر یہ نمائندے کس کے ہیں؟ باقی چار کروڑ جو ہیں ان کے متعلق بھی یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ احراری ان کے نمائندہ ہیں۔ آخر ملک نے جن بہترین دماغوں کو اپنا نمائندہ چن کر بھیجا ہے، انہی کی رائے کو وقعت دی جا سکتی ہے نہ کہ ان کی رائے کو جن کی نمائندگی کے دعویٰ کو کوئی تسلیم کرنے کے لئے تیار ہی نہیں۔ غرض آٹھ کروڑ مسلمانوں میں سے جن کی نمائندگی کا احرار کو دعویٰ ہے قریباً نصف ملک کے نمائندوں نے اعلان کیا ہے کہ وہ ان فسادات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو احرار نے پیدا کر رکھے ہیں۔ پس جب چار کروڑ مسلمانوں کے نمائندے اعلان کرتے ہیں کہ وہ احرار کی فتنہ پردازیوں سے بیزار ہیں اور چار کروڑ خاموش ہیں تو پھر انہیں چوہدری کس نے بنایا ہے۔ یہ آپ ہی آپ آٹھ کروڑ مسلمانوں کے نمائندہ بنے پھرتے ہیں۔ آٹھ کروڑ تو الگ رہے یہ پنجاب کے سارے مسلمانوں کا ہی اپنے آپ کو نمائندہ ثابت کر دکھائیں تو بات ہے۔ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے اعزاز میں پچھلے دنوں لاہور میں جو دعوت دی گئی اس میں پنجاب کے نمائندگان کا ۸۰ فیصدی حصہ شامل تھا گویا پنجاب

کے ۸۰ فیصدی لوگ سمجھتے ہیں کہ احرار محض فتنہ برپا کررہے ہیں۔اس کے سوا ان کی کوئی اور غرض نہیں آج تو یہ لوگ کہہ دیں گے کہ چوہدری اسد اللہ خان صاحب ایک قانونی سوال کی وجہ سے رہ گئے مگر حلقہ سیالکوٹ کو ہی لے لو جب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب پنجاب کونسل کے ممبر منتخب ہونے والے تھے تو احرار نے کتنا زور لگایا تھا کہ کسی اور کو ان کے مقابل پر کھڑا کردیں مگر انہیں کوئی شخص نہ ملا۔اگر وہ آٹھ کروڑ مسلمانانِ ہند کے نمائندہ تھے تو اس وقت چوہدری صاحب بلا مقابلہ منتخب کس طرح ہوگئے۔اسی طرح پچھلے دنوں جب الیکشن ہوا تو اس میں مولوی مظہر علی صاحب بھی کھڑے ہوئے اور شیخ عطا محمد صاحب بھی۔ہماری جماعت شیخ عطا محمد صاحب کی تائید میں تھی۔اس وقت احرار کے نمائندوں نے شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے ذریعہ ہم سے خواہش کی کہ ہمارے ووٹ انہیں ملیں۔اگر احراری آٹھ کروڑ مسلمانوں کے نمائندے تھے تو ہماری طرف ہاتھ پھیلانے کی ضرورت انہیں کیوں محسوس ہوئی اور کیوں انہوں نے ہم سے اپنے لئے ووٹ مانگے۔گو یہ علیحدہ امر ہے کہ ہم نے ان کی درخواست کو نہ مانا اور کہا کہ وہ تحریری طور پر ہمیں درخواست لکھ کر دیں جس پر وہ آمادہ نہ ہوئے۔پس یہ غلط ہے کہ یہ لوگ آٹھ کروڑ مسلمانوں کے نمائندہ ہیں۔آٹھ کروڑ چھوڑ ۸۰ لاکھ مسلمانوں کے بھی نمائندے نہیں لیکن بہرحال یہ جو دعویٰ کرتے ہیں اپنی ذات میں بہت بڑا اور مسلمانوں کے لئے بہت بُرا ہے ہم نے کبھی سیاسی حقوق کے مطالبہ کے وقت دوسرے مسلمانوں میں اور اپنی جماعت میں فرق نہیں کیا۔ہم نے ہمیشہ ان کی تائید کی اور اپنی مقدرت سے زیادہ ان کے لئے قربانیاں کیں نہرو رپورٹ کے شائع ہونے کے موقع پر اس کے خلاف آواز بلند کی اور اپنی مقدرت سے زیادہ مسلمانوں کے لئے کوششیں کیں ، راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے موقع پر اپنی مقدرت سے زیادہ مسلمانوں کی مدد کی ، مسلمانوں کے جو نمائندے انگلستان گئے ان کی امداد کی ، ان میں لٹریچر تقسیم کیا مگر اس کے مقابلہ میں احراریوں کی طرف سے کوئی چیز پیش نہیں کی جاسکتی۔انہوں نے نہرو رپورٹ کے وقت اس کی تائید کی اور راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے موقع پر کچھ نہ کیا۔گویا ایک موقع پر مسلمانوں کی مخالفت کی اور ایک موقع پر کچھ بھی نہ کیا۔پھر ہمیشہ یہ مشترکہ انتخاب کے حامی رہے ہیں اور اس کے لئے پُرزور جدّوجہد کرتے رہے ہیں حالانکہ مسلمانوں کی اکثریت اس کے خلاف ہے۔ایسی جماعت کا یہ دعویٰ کرنا کہ وہ آٹھ کروڑ مسلمانانِ ہند کی نمائندہ ہے اور اس کی طرف سے اس کوشش کا ہونا کہ وہ مسلمانوں کے ایک حصہ کو

الگ کر دے، اس سے زیادہ مضحکہ خیز اور مسلمانوں کے لئے نقصان رساں چیز کیا ہوسکتی ہے۔ پھر سوال یہ ہے ہمیں مسلمانوں میں سے نکالنے والا ہے کون؟ حکومت کو کیا اختیار ہے کہ وہ کہے کہ ہم تمہیں مسلمان نہیں سمجھتے۔ کہا جاتا ہے کہ احمدی چھپّن ہزار ہیں۔ میں کہتا ہوں نہ سہی چھپّن ہزار۔ اگر احمدی تمام دنیا میں چھ بھی ہوتے یا ایک ہی ہوتا تب بھی دنیا کی کوئی گورنمنٹ نہیں جو اسے مسلمانوں میں سے نکال سکے۔ مذہب منہ کے دعویٰ پر مبنی ہوتا ہے اور جب کوئی شخص کہتا ہے کہ مَیں مسلمان ہوں تو کون ہے جو کہہ سکے کہ تم مسلمان نہیں۔ ہم تمہیں مسلمانوں میں سے نکالتے ہیں پس ان کی طرف سے جو یہ سوال پیدا کیا گیا ہے کہ احمدیوں کو مسلمانوں میں سے نکال دیا جائے محض لغو اور فضول ہے۔ جب تک ہم کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اس وقت تک دنیا کی کوئی طاقت ہمیں مسلمانوں میں سے نکال نہیں سکتی۔ ہمیں مسلمانوں میں سے نکالنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ہم دوسروں کو کافر کہتے ہیں مگر دوسروں کو کافر کہنے کا مفہوم تو یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو ہی پکا مسلمان سمجھتے ہیں پھر کیا پکے مسلمانوں کو بھی کوئی شخص نکال سکتا ہے۔ ہمارا جُرم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو زیادہ پکا مسلمان سمجھتے اور دوسروں کو اپنے جیسا پکا مسلمان نہیں سمجھتے اس جُرم کی وجہ سے وہ کہتے ہیں چونکہ یہ پکے مسلمان بنتے ہیں، اس لئے انہیں مسلمانوں میں سے نکال دو۔ کتنی معقول وجہ ہے جو بیان کی جاتی ہے۔ پس اول تو یہ جُرم ہی نہیں لیکن اگر اسے جُرم بھی فرض کر لیا جائے تب بھی میں کہتا ہوں

ایں گنا ہیست کہ در شہر شما نیز کنند

یہ قصور اور خطا وہ ہے جو تمہارے شہر میں بھی کی جاتی ہے مسلمانوں کی کونسی جماعت ہے جو ایک دوسرے کو کافر نہیں کہتی۔ کیا مولوی ظفر علی صاحب پر کفر کے فتوے نہیں لگے، کیا احرار کے لیڈروں مولوی حبیب الرحمٰن صاحب اور سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری پر کفر کے فتوے نہیں لگے؟ یہ مسلمان مولوی تو ہیں ہی کافر گر۔ اس کفر کے سمندر میں اگر ان کے خیال کے مطابق کفر کا ایک قطرہ ہم نے بھی ڈال دیا تو اس سے ان پر گھبراہٹ کیوں طاری ہوگئی۔ ان کے ہاں تو اگر کسی کا ٹخنے کے نیچے تہہ بند یا پاجامہ ہو جائے تو کفر کا فتویٰ لگ جاتا ہے، ہاتھ اوپر باندھنے سے کفر کا فتویٰ لگ جاتا ہے، تشہّد کے وقت انگلی اوپر اٹھانے سے کفر کا فتویٰ لگ جاتا ہے پس ایسی مشاق جماعت جو کفر کے میدان کی شہسوار ہے ہمارے کافر کہنے سے گھبرا کیوں گئی۔ یا تو ہمارے کافر کہنے میں کوئی ایسی بات ہے جس سے انسان

گھبرا جاتا ہے یا کفر کے فتوے پر ان کا شور مچانا فتنہ پردازی ہے۔ کیا شیعہ سنیوں کو اور سنّی شیعوں کو کافر نہیں کہتے۔ کیا اہل حدیث حنفیوں کو اور حنفی اہل حدیث کو کافر نہیں کہتے کیا چکڑالوی غیر چکڑالویوں کو اور غیر چکڑالوی چکڑالویوں کو کافر نہیں کہتے۔ چکڑالوی تو کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے قرآن مجید منسوخ کر دیا پھر قرآن مجید کو منسوخ کرنے کے بعد اسلام کا کیا باقی رہ جاتا ہے۔ اسی طرح غیر چکڑالوی کہتے ہیں کہ چکڑالویوں نے رسول کریم ﷺ کی ہتک کر دی اور رسول کریم ﷺ کی توہین کرنے کے بعد کوئی شخص کب مسلمان کہلا سکتا ہے۔

پس کفر کی اس گرد و غبار میں اگر ہم نے بھی تھوڑی سی گرد اُڑا لی تو اس میں بات ہی کون سی ہوئی جس پر انہیں اتنا غصہ آیا۔ سوائے اس کے کہ بھیڑیے اور بکری والی بات سمجھی جائے۔ کہتے ہیں کوئی بھیڑیا اور بکری ایک نالے سے پانی پی رہے تھے۔ بکری پانی کے بہاؤ کی طرف تھی اور بھیڑیا اوپر کی طرف۔ بھیڑیے کا بکری کو مارنے کو دل جو چاہا تو غصہ سے بکری کو کہنے لگا۔ تجھے شرم نہیں آتی، ہم پانی پی رہے ہیں اور تو پانی گدلا کر رہی ہے۔ وہ کہنے لگی حضور آپ اوپر کی طرف ہیں اور میں پانی کے بہاؤ کی طرف ہوں اگر پانی گدلا ہو بھی تو آپ کی طرف نہیں جا سکتا۔ بھیڑیے نے یہ جواب سنتے ہی بڑھ کر اس کی گردن پکڑ لی اور کہا اچھا تو گستاخی کرتی اور ہماری بات کا جواب دیتی ہے۔ تو یہ اور بات ہے کہ وہ اس غرور اور گھمنڈ میں کہ وہ تعداد میں ہم سے زیادہ ہیں ہمیں کہہ لیں کہ تم دوسروں کو کافر کہتے ہو اس لئے تم مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ ورنہ دس دس، بیس بیس، تیس تیس، چالیس چالیس، پچاس پچاس بلکہ ہزار ہزار علماء کی طرف سے کفر کے فتووں کے مرصّع شجرے چھاپے جا چکے ہیں۔ جنہیں زینت کے طور پر انسان اگر چاہے تو اپنے گھروں میں لٹکا سکتا ہے مگر وہ تمام کفر کے فتوے دیکھنے کے باوجود ان آٹھ کروڑ مسلمانانِ ہند کے نمائندوں کی رگِ حمیت نہیں پھڑکتی اور نہ غیرت جوش دلاتی ہے۔ پس یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ ہم ہی انہیں کافر کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ وہ جرم ہے جو ان کے گھروں میں ہم سے بہت زیادہ کیا جاتا ہے۔ باقی ہم میں اور ان میں تو کفر کی تعریف میں اختلاف بھی بہت سا پایا جاتا ہے۔ یہ لوگ کفر کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کا انکار حالانکہ ہم یہ معنی نہیں کرتے اور نہ کفر کی یہ تعریف کرتے ہیں۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ اسلام کے ایک حد تک پائے جانے کے بعد انسان مسلمان کے نام سے پکارے جانے کا مستحق سمجھا جا سکتا ہے لیکن جب وہ اس مقام سے بھی نیچے گر جاتا ہے تو گو وہ مسلمان کہلا سکتا ہے

مگر کامل مسلم اسے نہیں سمجھا جا سکتا یہ تعریف ہے جو ہم کفر و اسلام کی کرتے ہیں اور پھر اس تعریف کی بناء پر ہم کبھی نہیں کہتے کہ ہر کافر دائمی جہنّمی ہوتا ہے ہم تو یہودیوں اور عیسائیوں کو بھی اس قسم کے کافر نہیں سمجھتے بلکہ یقین رکھتے ہیں کہ دنیا میں جس قدر بھی کفار ہیں خواہ وہ یہودی ہیں یا عیسائی دہریہ ہندو اور سکھ وغیرہ آخر خدا تعالیٰ کا فضل ان کے شامل حال ہوگا اور خدا تعالیٰ انہیں کہہ دے گا کہ جاؤ جنّت میں داخل ہو جاؤ پس ان کے کفر اور ہمارے کفر میں بہت بڑا فرق ہے۔ ان کا کفر تو ایسا ہے جیسے سرمے والا سُرمہ پیستا ہے۔ وہ جب کسی کو کافر کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کرتا ہے اسے پیس کر رکھ دیں، کہتے ہیں کہ وہ جہنّمی ہے اور ابدی دوزخ میں پڑے گا لیکن ہم دوسرے کو کافر صرف اصطلاحی طور پر کہتے ہیں ورنہ بالکل ممکن ہے کہ ایک شخص کفر کی حالت میں مرے لیکن خدا تعالیٰ اسے کسی خوبی کی وجہ سے جنّت میں داخل کر دے اور کہے کہ اسے پتہ نہ تھا حقیقی دین کون سا ہے اور نہ حقیقی تعلیم اس کے پاس پہنچی۔ اس کے مقابلہ میں بالکل ممکن ہے کہ ایک ایسا انسان جو بظاہر اسلام میں داخل ہے، خدا تعالیٰ اسے اس پاداش میں جہنّم میں ڈال دے کہ اس نے دین کی تعلیم پر عمل نہ کیا۔ پس ایک ہندو، ایک عیسائی، ایک یہودی، ایک دہریہ، ایک سکھ حتّٰی کہ ایک غیر احمدی، کے متعلق بھی ہوسکتا ہے کہ وہ کفر کی حالت میں مرے لیکن اللہ تعالیٰ کہے کہ اس کے لئے جہاں تک امکان تھا، اس نے زہد اور تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کی، اس نے نیکی اور دینداری کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی، اسلام کی حقیقی تعلیم سننے کا اسے موقع میسر نہیں آیا پس اسے جنّت میں داخل کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہوسکتا ہے ایک احمدی کہلانے والا اگر وہ سلسلہ کی تعلیم پر عمل نہیں کرتا تو دوزخ میں چلا جائے۔ پس ہماری کفر کی اصطلاح ہی اور ہے اور ان کے کفر کی اصطلاح اور۔ ہمارا کفر تو ان کے کفر کے مقابلہ میں ایسا ہی ہے جیسے سورج کے مقابل پر ذرّہ ہو پس اس پر انہیں غصہ کیوں آتا ہے۔ آجکل بڑے زور سے کہا جاتا ہے کہ احمدی ہمیں کافر کہتے ہیں اگر وہ سچے ہیں تو ثابت کریں کہ پہلے ہم نے انہیں کافر کہا ہو۔ اگر وہ ذرا بھی غور کریں گے تو انہیں معلوم ہوگا کہ پہلے انہوں نے ہی ہمیں کافر کہا ہم نے کافر نہیں کہا گو اس رنگ میں بھی ان کے کفر اور ہمارے کفر میں بہت بڑا فرق ہے لیکن بہرحال ان کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ دیکھیں پہلے انہوں نے ہمیں کافر کہا اور ہم پر کفر کے فتوے لگائے یا ہم نے ان کو کافر کہا۔ اب بھی ہمیں کس طرح بار بار ان کی طرف سے کافر کہا جاتا اور اخبارات میں لکھا جاتا ہے کہ احمدی کافر ہیں۔ کیا

ہمارے اخبارات میں بھی لکھا جاتا ہے کہ احراری کافر ہیں۔ ہم تو سمجھتے ہیں جو کسی کو بلا وجہ کافر کہتا ہے وہ اس کی دل آزاری کرتا اور لڑائی مول لیتا ہے۔ ہاں جب کوئی ہمیں مجبور کرے اور ہم سے پوچھے کہ تم ہمیں کیا سمجھتے ہو اس وقت ہم کہہ دیتے ہیں کہ ہم تمہیں کافر سمجھتے ہیں مگر جب وہ خود سوال کرتے اور ہم اس کا جواب دیتے ہیں تو وہ ہمارے جواب دینے پر بھی بُرا مناتے اور ہم سے لڑنا شروع کر دیتے ہیں کہ ہمیں مسلمان کیوں نہیں سمجھتے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے ایک سانولے رنگ والا آدمی ہمارے پاس آئے اور کہے بتاؤ میرا رنگ کیسا ہے لیکن جب ہم اسے کہیں کہ سانولا، تو وہ ہم سے لڑائی شروع کر دے اور کہے کہ تم نے مجھے سانولا کیوں کہا، گورا کیوں نہیں کہا۔ پس ان کی مثال بالکل ایسی ہی ہے یا پھر ایسی ہی ہے جیسے تھوڑے ہی دن ہوئے ایک دوست نے مجھے واقعہ سنایا، وہ فوج میں ڈاکٹر ہیں، انہوں نے ذکر کیا کہ ان کا ایک میجر افسر تھا اس کی بیوی نے ان سے سوال کیا کہ تم بتاؤ میری عمر کتنی ہوگی۔ انگریز عورتوں کی عادت ہے کہ اگر ان کی بڑی عمر بتائی جائے تو وہ بہت چڑتی ہیں اور بڑی عمر کو اپنی ہتک سمجھتی ہیں۔ وہ افسر انگریز تو نہیں تھا بلکہ اینگلو انڈین تھا لیکن اس کی بیوی نے جب یہ سوال کیا تو وہ کہتے ہیں میں نے سمجھا یہ بڑا نازک سوال ہے کیونکہ میں نے جو عمر بھی بتائی، اس پر اسے غصہ آئے گا اس لئے میں نے اسے کہا تم ابھی جوان ہو مجھ سے اپنی عمر کے متعلق کیا پوچھتی ہو لیکن وہ بضد ہو کر بیٹھ گئی کہ نہیں میری عمر بتاؤ۔ یہ کہتے۔ آخر میں نے دل میں سوچا کہ یہ میجر کی بیوی ہے ۳۶، ۳۷ سال سے کم عمر اس کی نہیں ہوسکتی لیکن میں نے دس سال عمر اور کم کر کے کہا۔ آپ کی عمر ۲۷ سال کے قریب ہوگی۔ یہ سنتے ہی وہ آگ بگولہ ہوگئی اور کہنے لگی تم مجھے بڑھیا سمجھتے ہو کیا میں اتنی عمر کی ہوگئی ہوں۔ اب دس سال انہوں نے عمر میں سے کم کئے تو پھر بھی کام نہ چلا اور وہ ناراض ہوگئی۔ یہی ان لوگوں کا حال ہے آپ ہی اصرار کرتے اور سوال کرتے ہیں کہ تم ہمیں کیا سمجھتے ہو اور جب جواب دیا جاتا ہے تو کہتے ہیں تم نے ہمیں کافر کہہ دیا ہم نے تو بارہا دیکھا ہے کفر و اسلام کا مسئلہ چھیڑنے میں یا غیر مبائعین کو مزا آتا ہے یا احراریوں کو حالانکہ تمدن اور معاشرت کا اس سے کیا تعلق کہ ہم تمہیں کیا سمجھتے ہیں اور تم ہمیں کیا سمجھتے ہو۔ ہمیں تو یہ دیکھنا چاہئے کہ جس حد تک ہم آپس میں تعاون کر سکتے ہیں ،اس حد تک تعاون کریں اور عقائد کے سوال کو باہمی معاشرت کے وقت نہ چھیڑیں۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ جب کوئی ہم سے لڑکی کا رشتہ مانگنے کے لئے آئے یا لڑکی کا رشتہ دینے آئے تو ہم اس سے پوچھ

لیں کہ تمہارے کیا عقائد ہیں لیکن سیاسیات میں ان امور کا کیا تعلق کہ تم ہمیں کافر سمجھتے ہو یا نہیں۔ پس یہ سوال پیدا ہی ان کی وجہ سے ہؤا ہے ورنہ ہمیں یہ سوال اٹھانے کی کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ ہماری طرف سے تو شروع میں جب یہ سوال اٹھا خواجہ کمال الدین صاحب کے لیکچروں اور مضامین کی وجہ سے اٹھایا گیا ورنہ ہمیں اس سوال کے اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔ اب غیر مبائعین کو کبھی کبھی یہ سمجھ کر کہ یہ سوال پیدا کر دینے سے انہیں کامیابی ہوگی اور لوگ ہم سے متنفر ہو جائیں گے، گدگدی سی اٹھتی ہے اور وہ خیال کرتے ہیں جب ان امور پر بحث ہوگی تو لوگ ان سے ناراض ہو جائیں گے مگر پھر بھی بیعت کرنے کے لئے جب لوگ آتے ہیں ہمارے پاس ہی آتے ہیں ان کے پاس نہیں جاتے۔ ان پر تو رسول کریم ﷺ کا یہ فقرہ بالکل صادق آتا ہے کہ لَنْ تَعْدُوَ قَدْرَکَ[1] تو اپنے اندازے سے نہیں بڑھے گا۔ وہ اپنی ساری کوششیں صرف کرتے ہیں مگر ان کی ساری کوششوں کا نتیجہ ان کے حق میں نہیں بلکہ ہمارے حق میں مفید ثابت ہوتا ہے۔ یہی احرار کا حال ہے جس دن لوگ یہ سمجھیں گے کہ کفر و اسلام کا سوال پیدا کرنے والے کون ہیں اور وہ اس امر کو سمجھ جائیں گے کہ احمدیوں نے یہ سوال نہیں اٹھایا بلکہ احرار نے اٹھایا ہے احمدی اسی وقت یہ جواب دیتے ہیں جب کوئی ان کے گھر پر پہنچ کر ان سے دریافت کرتا ہے تو وہ حقیقت حال سے متأثر ہو کر احراریوں کے پروپیگنڈا کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگ جائیں گے لیکن میں پھر ایک دفعہ اعلان کر دیتا ہوں کہ ہم کفر کے وہ معنی نہیں سمجھتے جو وہ سمجھے بیٹھے ہیں ہم کافر جہنّمی کسی کو نہیں کہتے اور نہ یہ کہتے ہیں کہ ہر کافر دوزخ میں جائے گا ہمارے نزدیک کفر کا اطلاق ایک خاص حد کے بعد ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص اسلام کو اپنا مذہب قرار دیتا اور قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے کو اپنا دستور العمل سمجھتا ہے، اس وقت مسلمان کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے اور حقیقی معنوں میں مسلمان وہ اس وقت ہوتا ہے جب کامل طور پر اسلام کی تعلیم پر عمل کرتا ہے لیکن اگر وہ اسلام کے اصول میں سے کسی اصل کا انکار کر دیتا ہے تو گو وہ مسلمان کہلاتا ہے مگر حقیقی معنوں میں وہ مسلم نہیں رہتا۔ پس کافر کے ہم ہرگز یہ معنی نہیں لیتے کہ ایسا شخص محمد ﷺ کا منکر ہے۔ جو شخص کہتا ہو کہ میں محمد ﷺ کو مانتا ہوں اسے کون کہہ سکتا ہے کہ تو انہیں نہیں مانتا۔ یا کافر کے ہم ہرگز یہ معنی نہیں لیتے کہ ایسا شخص خدا تعالیٰ کا منکر ہوتا ہے جب کوئی شخص کہتا ہو کہ میں خدا تعالیٰ کو مانتا ہوں تو اسے کون کہہ سکتا ہے کہ تو خدا تعالیٰ کو نہیں مانتا ہمارے نزدیک اسلام کے اصولوں میں سے کسی

اصل کا انکار کفر ہے جس کے بغیر کوئی شخص حقیقی طور پر مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ ہمارا یہ عقیدہ ہرگز نہیں کہ کافر جہنّمی ہوتا ہے، ہوسکتا ہے کہ ایک کافر ہو اور وہ جنّتی ہو۔ مثلاً ممکن ہے وہ ناواقفیت کی حالت میں ساری عمر رہا ہو اور اس پر اتمامِ حُجت نہ ہوئی ہو پس گو ہم ایسے شخص کے متعلق یہی کہیں گے کہ وہ کافر ہے مگر خدا تعالیٰ اسے دوزخ میں نہیں ڈالے گا کیونکہ اسے حقیقی دین کا کچھ علم نہ تھا اور خدا ظالم نہیں کہ وہ بےقصور کو سزا دے۔ پس جب بھی ہم کفر کا لفظ بولتے ہیں انہی معنوں میں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہم کسی کو خود کافر نہیں کہتے سوائے اس کے کہ کوئی شخص ہمیں دق کرے اور پوچھے کہ تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔ اگر کفر کی وہ تعریف کی جائے جو غیر احمدی آج کل کرتے ہیں تو اس تعریف کے مطابق ہمارے نزدیک نہ مسلمانوں میں سے کوئی کافر ہے اور نہ ہندوؤں، یہودیوں، عیسائیوں اور دوسرے غیر مسلموں میں سے کیونکہ کوئی قوم ایسی نہیں جس کے ہر فرد کے متعلق یہ فیصلہ ہو چکا ہو کہ وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ ہندوؤں میں سے بھی کچھ لوگ جنّت میں جائیں گے، یہودیوں میں سے بھی کچھ لوگ جنت میں جائیں گے، عیسائیوں میں سے بھی کچھ لوگ جنت میں جائیں گے اور سکھوں میں سے بھی کچھ لوگ جنت میں جائیں گے حتّٰی کہ دہریوں میں سے بھی کچھ لوگ جنت میں چلے جائیں گے۔ اگر کوئی دہریہ کسی ایسے ملک میں پیدا ہؤا ہے جہاں حقیقی دین سے کوئی واقف نہیں یا مثلاً وہ پہاڑوں میں رہتا ہے اور وہاں کوئی شخص ایسا نہیں جو خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو اور اسے خدا پر ایمان لانے کی نصیحت کر سکتا ہو لیکن وہ قانونِ قدرت کے تابع رہتا ہے لوگوں سے نیکی کرتا ہے، بدیوں سے بچتا ہے اور دنیاوی امور میں کسی قسم کی تعدّی اور ظلم سے کام نہیں لیتا تو یقیناً ایسا شخص دہریہ ہونے کے باوجود جنّت کا مستحق ہو جائے گا۔

پھر میں کہتا ہوں اگر یہ شور جو اس وقت ہمارے سلسلہ کے خلاف مچایا جا رہا ہے واقعہ میں صحیح ہے تو چاہئے تھا اس کی بنیاد دیانتداری پر ہوتی مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کی بنیاد دیانتداری پر ہرگز نہیں۔ پرسوں ہی اخبارات میں میں نے ایک اعلان دیکھا ہے جو سر مرزا ظفر علی صاحب کی طرف سے ہے اور جس میں وہ لکھتے ہیں کہ احمدی مسلمان نہیں، حکومت نے یہ سمجھ لیا ہے کہ جماعت احمدیہ مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے، اگر حکومت چاہتی ہے کہ وہ مسلمانوں کے زائل شدہ اعتماد کو دوبارہ حاصل کرے تو احمدیوں کو جداگانہ جماعت قرار دے دے اور انہیں مسلمانوں میں سے الگ کر

دے لیکن ابھی ایک سال ہی گزرا ہے کہ الیکشن کے موقع پر سر مرزا ظفر علی صاحب پنجاب کونسل کی ممبری کے لئے کھڑے ہوئے تو اس موقع پر مجھے انہوں نے دو چٹھیاں بھیجیں جن میں تسلیم کیا کہ میں آپ کی جماعت کا دشمن نہیں بلکہ جیسے مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کو سمجھتا ہوں اسی طرح آپ کی جماعت کو بھی ایک مسلمان فرقہ سمجھتا ہوں۔ ان کے وہ دونوں خط ہمارے پاس محفوظ ہیں اور اگر وہ انکار کریں تو انہیں شائع بھی کیا جاسکتا ہے۔ غرض آج سے ایک سال پہلے وہ پنجاب کونسل کی ممبری کے حصول کے لئے جب کھڑے ہوئے تو اس وقت ہمیں مسلمانوں میں سے سمجھتے تھے اور یہاں تک لکھتے تھے کہ گو آپ کا مذہبی رنگ میں مجھ سے اختلاف ہے لیکن اس اختلاف کی بناء پر مجھ سے آپ کو مخالفت نہیں ہونی چاہئے۔ پھر انہوں نے اپنی چٹھیوں میں ایک دوسرے مسلمان ممبر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ وہ تو فاسق، فاجر اور بدکار رہے اور میں تو نمازی ہوں آپ کا فرض ہے کہ میری تائید کریں۔ اگر ہم کافر ہیں تو اس سے زیادہ خلافِ عقل بات ایک سر کہلانے والے کی اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ کہے چونکہ آپ کافر ہیں اس لئے اگر آپ ایک نمازی کی تائید نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا۔ ایک سر کا خطاب پانے والے اور ہائی کورٹ کا جج رہ چکنے والے کے متعلق یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ لکھے میں نمازی ہوں اور پھر وہ اس جماعت کو اپنی مدد کے لئے بلائے جو اس کے خیال میں کافر ہو۔ پھر انہوں نے یہ بھی اپنے خط میں لکھا کہ میں عام مسلمانوں کی طرح آپ کی جماعت سے سلوک کرتا ہوں اور جیسے تمام مسلمانوں کو سمجھتا ہوں اسی طرح آپ کی جماعت کو سمجھتا ہوں اور فلاں مسلمان ممبر تو فاسق، فاجر اور بدکار رہے۔ میں اب بھی سر مرزا ظفر علی صاحب کا لحاظ کرتا ہوں اور اس مسلمان ممبر کا نام نہیں لیتا جس کا انہوں نے اپنے خط میں ذکر کیا تا ان پر ہتکِ عزت کا مقدمہ نہ چل جائے لیکن میں کہتا ہوں کہ کیا اخلاق اور دیانت اسی بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ایک سال پہلے تو وہ ہمیں مسلمان کہیں اور اب حکومت سے مطالبہ کریں کہ جماعتِ احمدیہ کو مسلمانوں میں سے الگ کر دیا جائے۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس وقت جماعت احمدیہ کے عقائد کا انہیں علم نہ تھا۔ ان دنوں اخبار ''سیاست'' میں ہماری جماعت کے خلاف مضامین نکل رہے تھے اور ان میں یہ بیان کیا جاتا تھا کہ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ خدائی کا دعویٰ کیا، آپ ختمِ نبوت کے منکر تھے، آپ نے انبیاء کی توہین کی اور ان مضامین کو پڑھ کر سر مرزا ظفر علی صاحب نے سیاست کے مضامین کے متعلق ایک تعریفی مقالہ لکھا۔ پس

انہوں نے اس وقت ’’سیاست‘‘ کے مضامین پڑھے اوران کی تعریف کی اورانہیں معلوم تھا کہ جماعت احمدیہ کے کیا عقائد ہیں یا کیا عقائد ہماری جماعت کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود اُس وقت انہوں نے ہمیں مسلمان سمجھا اوراس کا اپنی دستخطی چٹھیوں میں اقرار کیا، اب کون سا نیا مسئلہ پیدا ہوگیا تھا کہ اس کی بنیاد پرانہیں خیال آیا کہ جماعت احمدیہ مسلمان فرقہ نہیں۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس بات کا غصہ نہیں کہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کاممبر کیوں مقرر کیا گیا بلکہ اس بات کا غصہ ہے کہ سر مرزا ظفر علی صاحب کو احمدیوں نے پنجاب کونسل کاممبر کیوں نہ بنایا۔ پس ظفر اللہ غلطی سے لکھا گیا ہے اصل نام وہاں سر مرزا ظفر علی چاہیئے تھا اور وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کی ممبری کی بجائے پنجاب کونسل کی ممبری کا ذکر ہونا چاہیئے تھا۔ پس میں پوچھتا ہوں کیا یہ طریق جو ہماری مخالفت میں اختیار کیا جارہا ہے، اخلاق کے مطابق ہے اور کیا یہ دیانت ہے کہ آج سے ایک سال پہلے تو ہمیں مسلمان سمجھا جائے مگر اب گورنر پنجاب کے نام چٹھی شائع کی جائے کہ ’’مرزائی مسلمان نہیں ہیں۔‘‘ ’’مرزائیوں کو جداگانہ جماعت قرار دیا جانا چاہیئے‘‘ حالانکہ وہ لکھنے والا ہمیں مسلمان قرار دے چکا ہے اور ہمیں نیک اور مسلمانوں کا خیرخواہ سمجھ کر ہم سے امیدوارِ امداد رہا ہے مگر جب ہم نے اس کی بجائے ایک اور کی تائید کردی تو ہم زیرِ الزام آ گئے اور ہم اس قابل ہو گئے کہ ہمیں مسلمانوں کی فہرست سے خارج قرار دیا جائے۔ سر مرزا ظفر علی صاحب کی دستخطی چٹھیاں ہمارے پاس موجود ہیں اوراگر وہ ان کا انکار کریں گے تو انہیں شائع بھی کیا جا سکتا ہے لیکن میں کہتا ہوں اگر واقع میں احرار کا دیانت سے یہ دعویٰ ہے کہ وہ آٹھ کروڑ مسلمانانِ ہند کے نمائندہ ہیں تو پھر ہمیں الگ کرنے کا کیا مطلب ہے جب ہماری کسی جگہ بھی کثرت نہیں اور آٹھ کروڑ مسلمان ان کے ساتھ ہیں تو ہمارا آدمی کسی انتخاب میں کس طرح آ سکتا ہے۔ نہ سیالکوٹ سے آ سکتا ہے نہ گورداسپور سے اور نہ کسی اور جگہ سے کیونکہ ہر جگہ ان کی کثرت ہے۔ پھر چاہیئے تو یہ تھا کہ کہا جاتا احمدیوں کو الگ نہ کرو کیونکہ اگر انہیں جداگانہ نیابت حاصل ہوگئی تو کم ازکم ایک ممبری انہیں ضرور مل جائے گی اور اگر ساتھ رہے تو کچھ بھی نہیں ملے گا لیکن وہ یہ نہیں کرتے جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ وہ جانتے ہیں آٹھ کروڑ مسلمان ان کی تائید نہیں کریں گے بلکہ ہماری کریں گے پس وہ چاہتے ہیں کہ ہمیں زیادہ فائدہ اٹھانے سے محروم کردیں ورنہ آٹھ کروڑ مسلمانوں کی حقیقی نمائندگی کی صورت میں ان کو ڈر کس

بات کا ہوسکتا تھا۔ اگر واقعہ میں سیالکوٹ کا حلقہ احراریوں کے ساتھ ہوتو وہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو کیوں کھڑا کرے گا یا دوسرے اضلاع احراریوں کے ساتھ ہوں تو وہ کیوں کسی احمدی کے حق میں رائے دیں گے لیکن ہمیں علیحدہ کرنے میں ایک ممبری ہمیں ضرور دینی پڑے گی۔ پس اگر ان کی مخالفت کسی دیانت پر مبنی ہوتی تو ان کی ساری کوشش اس بات پر صرف ہوتی کہ کہتے احمدیوں کو علیحدہ نہ کرو تا یہ ایک ممبری بھی نہ لے جائیں مگر وہ کہتے ہیں احمدیوں کو مسلمانوں سے الگ کردو۔ صاف پتہ لگتا ہے کہ انہیں ڈر ہے یہ ساتھ رہنے سے زیادہ فائدہ حاصل کرلیں گے اور اگر الگ رہے تو تھوڑا فائدہ اُٹھائیں گے پس ان کی مخالفت ہرگز دیانت پر مبنی نہیں لیکن میں کہتا ہوں وہ بے شک جتنا جی چاہے ہماری مخالفت کریں مگر اس امر کا خیال رکھیں کہ وہ دیانت و شرافت کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اب تو ایسا ہوتا ہے کہ جموں سے ایک شخص اٹھتا ہے وہ پہلے مجھے خلیفۃ المسیح کہہ کر اپنی تحریرات میں مخاطب کرتا ہے احرار کا مخالف ہوتا ہے لیکن جونہی اسے لیڈری کا شوق اٹھتا ہے وہ ہماری جماعت کی مخالفت کرنے لگ جاتا ہے۔ یہی سر مرزا ظفر علی صاحب ہیں جنہوں نے سرشادی لال کو دعوت دیئے جانے کے موقع پر مجھے چٹھی لکھی اور السلام علیکم کے بعد لکھا کہ پچاس روپے بھیجئے تا کہ آپ کا نام بھی دعوت دینے والے مسلمان معززین کی فہرست میں آجائے مگر آج ان کی نگاہ میں ہم غیر مسلم بن گئے۔ پھر سرشادی لال کی دعوت کے موقع پر تو وہ سب سے آگے آگے تھے لیکن چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو دعوت دینے کے وقت انہیں یاد آ گیا کہ احمدی مسلمان نہیں اس لئے دعوت میں شریک نہیں ہونا چاہیئے۔ گویا سرشادی لال تو بڑے پکّے مسلمان تھے ان کی دعوت میں شریک ہونا کوئی قابلِ اعتراض امر نہ تھا۔ ہاں اگر چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی دعوت کی تائید ہو جاتی تو یہ کفر ہو جاتا۔ پس یہ طریق انصاف کا نہیں بلکہ ضد کا ہے اور ضد کا طریق کبھی کسی قوم کے لئے بابرکت ثابت نہیں ہوتا۔ پس میں احرار کو توجہ دلاتا ہوں گو ان پر میرے توجہ دلانے کا کوئی اثر نہ ہو اور دوسرے لوگوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں گو ان پر بھی میرے کہنے کا اثر نہ ہو کہ مسلمانوں کا سوادِ اعظم اور ان کی اکثریت اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرے جو اس فتنہ کی محرک ہے۔ حقیقت یہ نہیں کہ ہم مسلمان نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں مسلمانوں کے فوائد کو وہ ہماری وجہ سے نقصان نہیں پہنچا سکتے جیسا کہ نہرو رپورٹ کے موقع پر انہیں ناکامی ہوئی۔ پس وہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تو اس وجہ سے کہ احمدی مسلمانوں کے

ساتھ ہیں اس لئے وہ کہتے ہیں آؤ ہم احمدیوں کو الگ کر دیں۔ یا ممکن ہے وہ مسلمانوں کو فوائد پہنچانا چاہتے ہوں اور ان کا خیال ہو کہ ان فوائد کے رستہ میں ہم روک ہیں۔ بہرحال وہ سمجھتے ہیں کہ جن چیزوں کو وہ مسلمانوں کے لئے مفید سمجھتے ہیں گو حقیقتاً وہ نقصان دہ ہیں انہیں وہ ہماری وجہ سے مسلمانوں میں رائج نہیں کر سکتے پس وہ چاہتے ہیں کہ ہماری جماعت کو الگ کر دیں تا کہ وہ ان امور کو مسلمانوں میں رائج کر سکیں اور انہیں کوئی روکنے والا نہ ہو۔

(الفضل یکم مئی ۱۹۳۵ء)

ا مسلم کتاب الفتن۔ باب ذکر ابن الصیاد